مولانا قاری عبدالحق

شغفِ قرآن وتجوید

میں ۱۹۵۷ء میں ہندوستان سے کراچی حاضر ہوا اور بعض اکابر سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ منجملہ اور اکابر کے حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نیاز حاصل ہوا، تعارف کے بعد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے تلاوت قرآن کریم کی فرمائش کی، میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی تعمیل کی، دوران تلاوت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم سے حقیقی عشق ہے۔ تلاوت کے اختتام پر حضرت والا نے مجھے اپنی مخلصانہ دعاؤں سے نوازا اور ارشاد فرمایا کہ: ہم کو اپنے مدرسہ کے لئے ایک مجود کی ضرورت ہے، اگر آپ ہماری پیش کش کو قبول کرلیں تو بہتر ہوگا۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت زہے نصیب! میں ان شاء اللہ! حتی المقدور اس خدمت جلیلہ کو انجام دینے کی پوری کوشش کروں گا، آپ میرے حق میں استقامت کی دعا فرمائیں، اس کے بعد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر میں نے تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مدرسے کے ہر طالب علم کے لئے تجوید کو لازم قرار دے دیا تھا اور بفضلہ تعالیٰ تاحال یہ سلسلہ جاری ہے، ہمارے مدرسے کو یہ خاص امتیاز حاصل ہے کہ درجہ اعدادیہ سے درجہ ثالثہ تک تجوید لازمی ہے۔ اور اس کے باضابطہ تحریری وتقریری، امتحانات ہوتے ہیں۔ یہ سب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قرآن کریم کے ساتھ شغف ہی کی برکات ہیں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جو درجہ حفظ قائم فرمایا ہے، اس کی نگرانی بھی میرے سپرد ہے اور اس کا امتحان بھی باضابطہ مدرسے کے امتحان کے ساتھ ہوتا ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ درجہ حفظ کے بارے میں مجھ سے معلومات حاصل کرتے رہتے اور فرماتے کہ: اس کی طرف پوری توجہ کی ضرورت ہے، ہمارے مدرسے کی بنیاد قرآن کریم ہی کی تعلیم پر ہے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش ہوتی کہ حفظ کے لئے اچھا تجربہ کار حافظ رکھا جائے، تاکہ اس مدرسے سے

اچھے حفاظ تیار ہوکر نکلیں۔ اور اس بارے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر میری رہنمائی فرماتے کہ تمام اساتذہ درجہ حفظ کو تاکید کی جائے کہ طلبہ کو قرآن کریم تجوید کے ساتھ پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت مولانا کے ارشاد کے مطابق طلبہ کو تجوید ہی کے ساتھ قرآن کریم حفظ کرایا جاتا ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا تجوید کے ساتھ قلبی لگاؤ تھا، اگر کسی اچھے قاری سے قرآن کریم سنتے تو زاروقطار روتے، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بذات خود بھی تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے کی کوشش فرماتے تھے، اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: میں نے کسی قاری سے مشق نہیں کی ہے، میں بحمد اللہ تعالیٰ فطری طور پر قرآن کریم تجوید سے پڑھتا ہوں۔ میں نے بسا اوقات حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے سنا ہے، بڑے دل کش انداز سے قرآن کریم تلاوت فرماتے تھے، حضرت مولانا کے پڑھنے کا انداز عربوں جیسا تھا، سالہا سال سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ کسی اچھا پڑھنے والے حافظ طالب علم سے رمضان المبارک میں انتہائی معذوری کے باوجود پورا قرآن کریم تراویح میں کھڑے ہوکر سنتے اور فرماتے کہ: اگر کوئی اچھا قاری نماز میں قرآن کریم پڑھتا ہے تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنی معذوری کے باوجود گھنٹوں قرآن کریم کھڑا ہوکر سنتا رہوں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قران کریم کے ساتھ شغف ہی کی برکت ہے کہ حکومت مصر جامعہ از ہر سے تین سال کے واسطے اپنے خرچ پر ایک اچھا مجود بھیجتی ہے، چنانچہ اس وقت بھی ہمارے مدرسے میں ایک بہترین خوش الحان مجود سبعۃ وعشرۃ کے ماہر...... موجود ہیں، طلبہ ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ میں نے حضرت مولانا کو ایک طویل عرصہ سے وفات تک یہ دیکھا کہ ہر سال رمضان المبارک کے مہینے میں حرمین شریفین کے انوار وبرکات سے لطف اندوز ہونے کے لئے تشریف لے جاتے اور وہاں بھی بحالت اعتکاف آخری عشرہ میں قرآن کریم تراویح میں سنتے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بیشتر حصہ قرآن کریم اور سنت نبوی کی اشاعت اور ترویج میں صرف ہوا، اور اس کی اشاعت کے لئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ شب وروز بے چین رہتے۔ کوئی چیز حضرت مولانا کے اس ذوق میں حائل نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی چہیتی صاحبزادی فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں بقول حضرت رحمۃ اللہ علیہ ان کی عدیم الفرصتی کی وجہ سے جاتی رہیں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے درد اور شغف کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن کریم وسنت نبوی ﷺ کی اشاعت کے لئے کیسی قربانیاں دی ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے شخص سے بڑی محبت تھی جس کا مشغلہ علوم دینیہ کی اشاعت ہو، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اپنے خطابات میں اس کا اظہار فرماتے کہ علوم دینیہ کے حصول اور ان کی اشاعت میں جس کو شغف

ہواس کا مرتبہ کتنا بلند ہے‘ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کو بیان کرتے وقت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بہت بے تاب ہوجاتے اور آنکھیں پرنم ہوتیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: تمام علوم وفنون قرآن کریم وسنت نبوی ﷺ کے غلام ہیں، اصل مقصد ان علوم وفنون کے حصول کا قرآن وسنت کے فہم کی استعداد حاصل کرنا ہے اور ان کی اشاعت کے لئے اپنے کو اہل بنانا ہے۔ اس کے بارے میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: علوم قرآن اور علوم نبوی ﷺ کے لئے تقویٰ اور اخلاص شرط ہے۔ جتنا تقویٰ اور اخلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی ان علوم کے انوار وبرکات سے مالا مال ہوگا، اس لئے کہ ان علوم کا تعلق اللہ رب العزت کی ذات سے ہے اور ان علوم میں انوار ہی انوار ہیں۔ لہٰذا علوم الٰہیہ سے وابستگی اور ان میں شغف باعث رحمت ونجات ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ کے علاوہ دیگر علوم دینیہ سے بھی بڑا شغف تھا۔ چنانچہ مدرسے کا کتب خانہ، درالافتاء، دارالتصنیف، اور مجلس دعوۃ وتحقیق اسلامی اس کا واضح ثبوت ہیں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان مقاصد کی تکمیل کے لئے بڑی کاوشوں سے تمام علوم وفنون کی کتابیں جمع فرمائیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ذوق کی بلندی کا اندازہ ان اداروں کو دیکھ کر ہی لگایا جاسکتا ہے، قرآن وسنت کے ساتھ شغف کا یہ عالم تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کسی کو اگر کوئی کام خلاف سنت کرتے دیکھتے تو فوراً تنبیہ فرماتے اور اکثر اپنے عام خطابات میں فرمایا کرتے کہ: جو شخص علم دین کو عمل کے لئے حاصل نہیں کرتا‘ وہ ایک حیوان سے بدتر ہے‘ ایسا شخص علم کے انوار وبرکات سے محروم رہتا ہے، علم اس لئے حاصل کیا جاتا ہے کہ انسان علم کے ذریعہ اچھے، برے میں صحیح وغلط میں تمیز کرسکے، ہم تم کو پیٹ پالو حیوان بنانا نہیں چاہتے، اس مدرسے میں رہ کر شریعت کے احکام، نیز مدرسے کے قوانین کی پابندی لازمی ہے۔ اگر کسی کے واسطے یہ بات ناقابل برداشت ہو تو اس کے لئے بہت سے مدرسے کھلے ہوئے ہیں‘ وہاں چلا جائے، ہم ایسے شخص کو کسی حال میں برداشت نہیں کرسکتے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں قرآن وسنت کی پیروی کا ایسا جذبہ کارفرما تھا کہ مدرسے کے معاملات میں ہمیشہ محتاط رہتے تھے۔

اساتذہ کرام کے وظائف کی ادائیگی کے لئے اگر غیر زکوٰۃ فنڈ کی رقم موجود نہ ہوتی تو زکوٰۃ کی رقم سے حیلہ کرکے وظائف ادا کرنے کی کبھی اجازت مرحمت نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ مجھے بخوبی یاد ہے کہ اساتذۂ کرام کے وظائف ادا کرنے کے لئے غیر زکوٰۃ کی رقم موجود نہ تھی، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے تمام اساتذہ کو جمع کیا اور فرمایا کہ: ہم سب ایک منزل کے مسافر ہیں اور ایک ہی کشتی میں سوار ہیں، اپنی اپنی طاقت اور اخلاص کے ساتھ اس کشتی کو منزل مقصود تک لے کر چلنا ہے، آپ حضرات میں سے کسی کو بھی یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ ہمارا کوئی افسر ہے اور ہم اس کے ماتحت ہیں، ہمارے مدرسے کی بنیاد صرف تقویٰ اور اخلاص پر قائم ہے، اس

وقت مدرسے کے حالات مالی اعتبار سے دگرگوں ہیں، اگر آپ حضرات میں سے کسی استاذ کے لئے یہ حالت نا قابل برداشت ہو تو میری طرف سے بخوشی اجازت ہے کہ وہ اپنا کوئی دوسرا انتظام فرمالے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کے بعد تمام اساتذۂ کرام نے بالاتفاق یہ عرض کیا کہ حضرت ہماری کوئی حالت بھی ہو ہم انشاء اللہ ثابت قدم رہیں گے، اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے، اور جناب والا بھی ہمارے حق میں استقامت کی دعا فرمائیں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر بہت آبدیدہ ہوئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی، بحمد اللہ تعالیٰ یہ مشکل بہت جلد آسان ہوگئی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حکومت کویت کی طرف سے کراچی میں عربی کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا گیا جو کسی وجہ سے بند کر دیا گیا، اس مدرسے کا کافی سامان تھا' ایک روز حکومت کویت کا ایک نمائندہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بغرض ملاقات مدرسے میں آیا، اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں راقم الحروف بھی موجود تھا، حضرت مولانا نے نمائندہ کا اھلاً وسھلاً ومرحباً کہہ کر استقبال کیا، اور جہاں مولانا تشریف فرماتھے اس نمائندے کو بیٹھنے کے لئے اشارہ کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ جس کمرے میں تشریف فرماتھے' اس میں عالیشان صوفے اور کرسیاں موجود نہیں تھیں' صرف چند پرانی کرسیاں اور ایک چارپائی تھی جس پر حضرت مولانا نے اس نمائندے کو بٹھایا تھا اور ساتھ ہی مولانا نے نمائندے سے فرمایا کہ: ہم آپ کے شایان شان خاطر نہ کر سکے' اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں، اس نمائندے نے بھی بے تکلفانہ جواب دیا کہ ''یا مولانا لا بأس'' حضرت نے مدرسے کا تفصیلی تعارف کرایا، اور فرمایا کہ: ہمارے اس مدرسے کی بنیاد اخلاص اور تقویٰ پر ہے۔ ہم جس کے دین کی حفاظت کے لئے یہ خدمت انجام دے رہے' وہ ہمارے تمام حالات سے باخبر ہے اور ہم نے اسی واسطے نہ تو اپنے مدرسے کے لئے کوئی سفیر مقرر کیا ہے اور نہ ہی ہماری اپیلیں شائع ہوتی ہیں، ہم دستار بندیوں کے جلسے بھی بغرض اپیل منعقد نہیں کرتے، اس واسطے کہ جس کی رضا کے لئے ہم یہ خدمت انجام دے رہے ہیں' وہ علیم وخبیر ہے' وہ مسبب الاسباب ہے' عاجز مخلوق سے کیا امیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

اس نمائندے پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اس گفتگو کا بڑا اثر ہوا۔ اور اس نے کہا کہ: مولانا! ہم آپ کے مدرسہ کے لئے سامان دینا چاہتے ہیں' آپ قبول فرمائیں۔ حضرت مولانا نے اس نمائندے کی اس بات کو علی الرأس والعین فرماتے ہوئے قبول فرمایا، اور اس سامان کے لانے کا انتظام راقم الحروف اور مولانا عبدالرزاق سکندر کے سپرد فرمایا: ہم دونوں نے چند طلبہ کو ساتھ لیا اور تمام سامان وہاں سے لے آئے۔ میں اس سلسلہ میں ایک بات قابل ذکر سمجھتا ہوں کہ اگر کبھی کوئی مہمان دفتر مدیر میں آکر بیٹھتا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس سے فرماتے کہ یہ سب سامان صوفے، کرسیاں، میزیں، پنکھے وغیرہ مدرسے کی رقم سے نہیں خریدے گئے' یہ سب

سامان ایک ادارے نے اس مدرسے کو دیا ہے، ہم مدرسے کی رقم ایسی چیزوں پر خرچ نہیں کرتے، اس لئے کہ یہ اسراف ہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اخلاص، تقویٰ اور خشیت الٰہی کے پیکر تھے، ہماری ایک زمانے سے یہ تمنا تھی کہ حضرت مولانا جیسے صاحب بصیرت شخص (جس کی پوری زندگی قرآن وسنت کا نمونہ ہو) کو اگر حکومت کے اہم امور میں بحیثیت مشیر مقرر کیا جائے تو اسلام اور ملک کو بہت بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ دن نصیب فرمایا کہ حکومت کی جانب سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اسلامی نظریے کی کونسل میں بحیثیت مشیر مقرر کیا گیا، حضرت علیہ الرحمۃ نے بڑی تیزی سے کام شروع کر دیا، اجلاسوں میں شرکت کے لئے حضرت مولانا تشریف لے جانے لگے، ہمیں اس سے بڑی مسرت ہوتی تھی اور ہم سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحت اور کامیابی کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے، تا آنکہ اسی دورانِ جہاد وہ گھڑی آ پہنچی کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی روح اپنے رفیق اعلیٰ سے ملنے کے لئے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صبح کو جب میں حسب معمول مدرسہ حاضر ہوا تو دیکھا کہ یہاں کا نقشہ ہی اور ہے، بڑی پژمردگی چھائی ہوئی ہے، دفتر مدیر ایک غم کدہ بنا ہوا ہے، ہر شخص مغموم اور آبدیدہ نظر آ رہا ہے، میں حیران ہو گیا کہ الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ کہ آج پورا مدرسہ غم کے آنسو بہا رہا ہے، جب میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی خبر سنی تو یقین نہیں آتا تھا، لیکن **اللہ یفعل ما یرید** میں کسی کا دخل نہیں، حضرت مولانا کے وصال کی خبر سے قلب پر جو کچھ گزری اس کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ بس اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا کی وفات نے ہم سب کو اور ہمارے مدرسے کو یتیم کر دیا، ہم سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اپنے غموں کو تازہ کرتے رہتے ہیں اور خصوصاً میرا غم تو ہر روز ہی تازہ ہوتا ہے، اس لئے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک میرے درجے کے سامنے ہی ہے۔

اللہ رب العزت حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، نیز ہم سب کو حضرت کی نصیحتوں پر عمل پیرا رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ رب العزت اس مدرسے کو حاسدوں کے حسد سے اعداء کی عداوت سے محفوظ فرمائے، خدا کرے کہ اس مدرسے سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمناؤں کے مطابق دین کے مخلص، بے باک مجاہد طلباء ہمیشہ نکلتے رہیں، اللہ رب العزت اس مدرسے کو اندرونی وبیرونی سازشوں سے محفوظ و مامون فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

☆ ☆ ☆